بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اشارات

ماہ جمادی الاولیٰ و جمادی الاخریٰ کا یہ یکجائی پرچہ ناگزیر اسباب کی وجہ سے بڑی تاخیر کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ ہمارے لیے حکومت کی طرف سے "اخباری کاغذ" کا جو حصہ مقرر تھا وہ ہماری اصل ضروریات سے بہت کم تھا۔ اس کمی کو ہم دوسرے کاغذ کے ذریعہ سے بمشکل پورا کر کے ۴۸ صفحہ ماہوار کا پرچہ نکال رہے تھے۔ لیکن یکایک حکومت کا یہ "فرمان" جاری ہوا کہ جو پرچے اخباری کاغذ لیتے ہیں وہ دوسری قسم کا کاغذ بلا اجازت استعمال نہیں کر سکتے۔ مجبوراً ہم نے پرچے کی اشاعت روک کر اجازت کی درخواست کی۔ لیکن اس کا جواب نفی میں ملا۔ اس کے بعد پھر ایک "فرمان" جاری ہوا کہ اخبارات و رسائل اور ناشرین کتب اپنے کاغذ کے خرچ میں ۳۹ء اور ۴۲ء کے اوسط سے ۷۰ فی صدی کمی کر دیں۔ یہ حکم ہندوستان کے پورے اشاعتی کام کے لیے پروانۂ موت کا حکم رکھتا ہے۔ اب ہم نے درخواست کی ہے کہ کم از کم اس پرچے کو جو تیار ہے اور پریس میں جا چکا ہے، شائع کرنے کی اجازت دی جائے۔ اگر اجازت آگئی تو یہ پرچہ ناظرین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔ ورنہ شاید اس کا بھی گلا گھونٹنا پڑے گا۔ آئندہ کے لیے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ترجمان القرآن کس شکل میں شائع ہوتا ہے۔ حکومت کے تازہ احکام سے اگر ہمیں مستثنیٰ نہ کیا گیا (جس کی امید کم ہی ہے)، تو شاید اس پرچہ کی ضخامت ۳۲ صفحہ سے زیادہ نہ رہ سکے گی۔ فصبر جمیل واللہ المستعان۔

---

حکومت کے ان تازہ احکام نے ہمارے دار الاشاعت کی زندگی بھی خطرے میں ڈال دی ہے۔ اب تک کاغذ کی کمیابی کے باوجود کسی نہ کسی طرح مشکلات کا مقابلہ کر کے ہم کتابیں شائع کیے جا رہے تھے، اگرچہ ہماری بیشتر کتابیں خارج از ذخیرہ رہتی تھیں۔ لیکن اب کاغذ کے خرچ میں ۷۰ فی صدی کمی کا قطعی حکم جاری ہو گیا ہے۔

جس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے جو تھوڑی بہت کتابیں شائع ہو رہی تھیں ان کا بھی صرف ایک تہائی حصہ شائع ہو سکے گا۔ اس مصیبت کا کوئی حل ہمیں نظر نہیں آتا بجز اس کے کہ اللہ ہماری مدد فرمائے اور شیطان کے شکنجہ کو اگر توڑتا نہیں تو کم از کم اتنا ڈھیلا ہی کر دے کہ ہم ذرہ جنبش تو کر سکیں۔

---

افسوس ہے کہ ہمارے حکمرانوں پر جنگ کا جنون روز بروز زیادہ شدت کے ساتھ طاری ہوتا جا رہا ہے، حتیٰ کہ انھیں اب اپنی جنگی اغراض کے مقابلہ میں اپنے افعال کے اخلاقی پہلو کی سرے سے کوئی پروا ہی نہیں رہی ہے۔ وہ اس ملک کے تمام ذرائع و وسائل کو جنگ کی آگ میں جھونک دینا چاہتے ہیں، خواہ باشندگانِ ملک پر کچھ گذر جائے۔ بنگال کے قحط کو ابھی کچھ زیادہ دن نہیں گذرے ہیں۔ وہ قدرت کی طرف سے کسی دست کشی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ سراسر انہی لوگوں کے جنونِ جنگ کا نتیجہ تھا۔ اگر ملک کے نظامِ حکومت کی باگیں کسی ایسے گروہ کے ہاتھ میں ہوتیں جس کے اندر اپنی اخلاقی ذمہ داری کا کچھ بھی احساس ہوتا تو اس کے ڈوب مرنے کے لیے یہ بات بالکل کافی تھی کہ لاکھوں بے گناہ انسان اس کی کسی غلط پالیسی کی بدولت بھوک سے تڑپ تڑپ کر جان دیدیں۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ ہمارے حکمرانوں کی اکڑ میں اس سے ذرا فرق نہ آیا، اور اسی سے ہم کو اندازہ ہو گیا کہ اب ہمیں جن سے سابقہ درپیش ہے اُن سے کوئی ایسی توقع وابستہ نہیں کی جا سکتی جو انسانوں سے وابستہ کی جاتی ہے۔ اسی کیفیت کا ظہور اب ایک دوسری شان کے ساتھ ہو رہا ہے۔ پہلے جس خود غرضانہ سنگدلی اور سنگدلانہ بے حسی کا معاملہ ہماری جسمانی زندگی کے ساتھ برتا گیا تھا، اب وہی معاملہ ہماری علمی زندگی کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ باہر سے کاغذ کی درآمد بند ہو جانے کے بعد ہندوستان کی تمام کاغذی ضروریات کا انحصار صرف اُس کاغذ پر رہ گیا تھا جو اسی ملک کے کارخانوں میں تیار ہوتا ہے، اور وہ ملک کی اصل ضرورت کا بمشکل ۵۰ فی صدی حصہ پورا کر سکتا تھا۔ مگر اس پیداوار میں سے ان لوگوں نے اغراضِ حکومت کے لیے بہت بڑا حصہ مخصوص کر لیا اور بہت ہی قلیل حصہ اہلِ ملک کے لیے چھوڑا۔ پھر جب انہی حضرات کی جنگی پالیسی کی بدولت

ملک کی کاغذی پیداوار بڑھنے کے بجائے اُلٹی تیس چالیس فی صدی کم ہوگئی، تو اب یہ اہل ملک سے مطالبہ فرمارہے ہیں کہ اپنے کاغذ کے خرچ کو، جو پہلے ہی بہت کچھ گھٹ چکا تھا، ۷۰ فی صدی اور گھٹادیں تاکہ اُس فضول لٹریچر کی اشاعت میں کمی کے بجائے کچھ مزید اضافہ ہو سکے جو جنگی پروپیگنڈا کے سلسلہ میں ہر طرف پھینکا جارہا ہے اور جس کی کوئی اخلاقی قدر و قیمت بجز منفی قدر و قیمت کے نہیں ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اِس گروہ کو اپنی سرکاری اغراض کی خاطر ایک پورے ملک کے علوم و فنون و آداب پر سکوتِ موت طاری کر دینے میں ذرہ برابر تامل نہیں ہے اور یہ بظاہر مہذب کارفرمایانِ حکومت بغیر کسی شرم کے علی الاعلان ایسے فرامین جاری کر سکتے ہیں جن کا خیال بھی اگر کسی مہذب آدمی کے دماغ میں آئے تو وہ اپنے آپ کو مجرم محسوس کرنے لگے۔

---

پھر لطف یہ ہے کہ ان فرامین کے اجراء و نفاذ میں بالکل ایک مشین کی سی بے عقلی سے کام لیا جارہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اس کاروبار کو چلارہے ہیں انھیں علوم و آداب سے آشنائی کا کبھی اتفاق نہیں ہوا اسی لیے ان کی سادہ بینائی میں تمام مطبوعہ کاغذ ایک ہی درجہ و مقام رکھتے ہیں۔ وہ اُس لٹریچر میں جو اپنی کوئی علمی و اخلاقی یا تمدنی قدر و قیمت نہیں رکھتا اور اُس لٹریچر میں جو درحقیقت کوئی قدر و قیمت رکھتا ہے، کسی قسم کا فرق نہیں کرتے، بلکہ سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنا چاہتے ہیں۔ جس جہالت کا ثبوت بازار کا وہ کباڑیا دیتا ہے جو بہترین علمی کتابوں کو ناولوں اور افسانوں کے ساتھ ملا کر ایک ہی بھاؤ بیچ ڈالتا ہے، ٹھیک اسی جہالت کا ثبوت یہ لوگ دے رہے ہیں جو یورپ اور ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں برسوں تعلیم پانے کے باوجود محض ایک غیر انسانی حکومت کی مشینری میں نصب ہو جانے کی وجہ سے ذوق و تمیز کے ابتدائی احساسات تک کھو بیٹھے ہیں۔ انھوں نے آج تک اس امر کی کوئی کوشش نہیں کی، اور نہ ایسی کسی کوشش کے آثار نظر آتے ہیں کہ کاغذ کے اس مصنوعی قحط کی ہلاکت آفرینیوں سے حقیقی فائدہ بخش لٹریچر کو حتی الامکان بچائیں اور اپنا کلہاڑا — اگر اسے چلانا ہی ہے تو — اس گندے اور فحش اور

فضول لٹریچر پر چلا رہیں جو ملک کے اخلاق کو غارت اور مال کو ضائع کر رہا ہے۔

---

ان تمام کارروائیوں کو جائز ثابت کرنے کے لیے موجودہ جنگ کو ہماری قومی جنگ قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ جنگ حقیقت میں قومی جنگ ہے وہاں بھی یہ صورت حال نہیں ہے۔ اگرچہ ان سب قوموں نے اپنا سب کچھ لا کر اس کشمکش موت و حیات میں جھونک دیا ہے، مگر ان میں سے کسی نے بھی اپنی علمی زندگی پر حتی الامکان کوئی آنچ نہیں آنے دی ہے۔ سوویٹ روس سے بڑھ کر اس جنگ میں غالباً کسی ملک پر تباہی نہیں آئی ہے، مگر دنیا کو معلوم ہے کہ اس عام قومی تباہی کی حالت میں بھی وہاں علوم و آداب کی اشاعت بدستور پوری آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ تقریباً یہی حال جرمنی و انگلستان کا ہے کہ دونوں ملک اپنی قومی زندگی کا فیصلہ تلوار کے حوالے کر کے دیوانہ وار لڑ رہے ہیں لیکن اس دیوانگی میں بھی انھیں اتنا ہوش ہے کہ مفید لٹریچر کی اشاعت میں انھوں نے کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہونے دی ہے۔ پس جنگ اور اس کی ضروریات کا عذر فی الواقع محض ایک عذر لنگ ہے۔ حقیقت جو کچھ ہے وہ صرف یہ ہے کہ ایک قوم پر دوسری قوم کا خود غرضانہ تسلط، خواہ کتنے ہی پُر فریب اخلاقی نقاب اوڑھ لے، مگر ہر آزمائش کے موقع پر اپنا گھناؤنا چہرہ دکھا کر ہی رہتا ہے۔

---

ہم نے اس جنگ کے دوران میں اپنے حکمرانوں کو براہِ راست کبھی مخاطب نہیں کیا ہے کیونکہ وہ دنیا کے سامنے اپنے آپ کو اخلاقی حیثیت سے سرخرو بنا کر پیش کرنے کے لیے باشندگانِ ملک کو راست گوئی سے باز رکھنے کی بہت سی تدبیریں "قانون" کے نام سے اختیار کیے بیٹھے ہیں، اور ہم وقتی معاملات کی خاطر اپنے اُس کام کو خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتے جو مستقبل کے تعمیری و اصلاحی انقلاب کے لیے ہم کر رہے ہیں، اسی لیے ہم نے ان کے بہت سے اخلاقی جرائم پچھلے چار پانچ سال میں دیکھے اور دل پر جبر کر کے سکوت اختیار کیا۔ لیکن اب کہ سرے سے وہ کام ہی تمام ہوتا نظر آ رہا ہے جس

کی خاطر یہ سارا سکوت تھا۔ ہم ان لوگوں سے کسی جذبۂ نفرت و غضب کے بغیر خالص جذبۂ خیر خواہی کے ساتھ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جنگ اور اس کی ضروریات کتنی ہی شدید سہی، مگر براہِ کرم اپنے حواس بجا رکھو۔ تم وقتی فائدہ و نقصان کی فکر میں اتنے کھوئے جا رہے ہو کہ اپنی حرکات کے دوررس اخلاقی نتائج سے تم نے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ تم بھول گئے ہو کہ زندگی کی کشمکش میں اخلاقی شکست کھا جانے کے بعد کوئی فوجی فتح تم کو عزت کے مقام پر برقرار نہیں رکھ سکتی اور نہ مجرد مادی طاقت کے بل پر تم زیادہ مدت تک دنیا میں برسرِ اقتدار رہ سکتے ہو۔ تمھیں یہ بھی یاد نہیں رہا ہے کہ زمانہ ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے اور وہ شخص سخت نادان ہے جو آج کی مصلحت بینیوں میں گم ہو کر کل کی مصلحت کو فراموش کر دے۔ وقت خواہ کتنا ہی برا ہو، بہرحال گزر جاتا ہے، مگر اپنی ایک مستقل یادگار تاریخ میں چھوڑ جاتا ہے اور اس کے برے اثرات نسلوں تک چلتے رہتے ہیں۔ تم نے اگر اس وقت کو ظلم و زیادتی کے ساتھ گزارا تو یہ ہم پر سے بھی بہرحال گزر ہی جائے گا اور تم پر سے بھی، مگر اس طرح کہ تم اپنی آئندہ نسلوں کے لیے تاریخ میں ایک ایسی شرمناک میراث چھوڑ جاؤ گے جس پر وہ صدیوں تک دنیا میں نظر اونچی نہ کر سکیں گی۔ امریکہ میں تمھارے اسلاف نے تمھارے لیے ایسی ہی میراث چھوڑی تھی جس کا نتیجہ آج یہ دیکھ رہے ہو کہ ہر امریکن کے سامنے تمھاری نگاہ نیچی ہے۔ آئرلینڈ میں تم نے یہی میراث چھوڑی، اور آج تم کو تجربہ ہو گیا کہ تمھارے قریب ترین ہمسایہ نے تمھارے اخلاق کا کیا اثر لیا ہے۔ اب کیا تم ہندوستان میں بھی ایسی ہی میراث چھوڑنا چاہتے ہو؟ تمھارے اصل کارنامے وہ نہیں ہیں جو تم آپ ہی اپنی مدح میں بیان کر لیا کرتے ہو، بلکہ وہ ہیں جو تاریخ میں باقی رہ جائیں۔ اور تاریخ میں بہت سی قوموں کی تصویریں تم دیکھ چکے ہو۔ پھر کیا تم نے عزم کر لیا ہے کہ اپنی تصویر کے لیے بھی اسی گیلری میں کوئی بلند جگہ محفوظ کراؤ گے؟

---

ہمارے رفقاء کو متنبہ ہو جانا چاہیے کہ اب اس پیغام کی اشاعت اس محدود پیمانہ پر بھی شاید جاری نہ رہ سکے گی جس پر پچھلے دو سال میں جاری رہی ہے۔ اس لیے ان کی ذمہ داریاں پہلے سے اب کئی گنی زیادہ ہو جائیں گی۔ مرکز سے اشاعت کا کام فی الجملہ جو جاری ہے تو آپ محض لٹریچر کو بندگانِ خدا تک پہنچا کر بھی ایک حد تک اپنے فرضِ تبلیغ و دعوت سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب اس اشاعت کا کام شیطانی مزاحمتوں سے رک جائے یا برائے نام ہی باقی رہ جائے تو دعوت و تبلیغ کا

سارا بوجھ آپ ہی حضرات پر آپڑے گا۔ اب آپ میں سے ایک ایک شخص کو چلتے پھرتے لٹریچر کی حیثیت سے کام کرنا پڑے گا۔ سُستی چھوڑ دیجیے اور سعی میں سرگرم ہو جائیے۔ عام مجمعوں میں لٹریچر سنائیے، اپنے حلقۂ ملاقات میں زبان سے دعوت کو پہنچائیے، شیخ احمد سرہندیؒ کی طرح خطوط سے دوستوں اور عزیزوں میں ان خیالات کو پھیلائیے، اور اس احساس کے ساتھ کام کیجیے کہ آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنے ادائے فرض کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ یہ فساد جو خلقِ خدا میں ہر طرف پھیلا ہوا ہے، اس کی ذمہ داری میں شریک نہ ہونا اور اپنی حدِ امکان تک اصلاح کی سعی کرنا، یہی دو چیزیں ہیں جو آپ کے انجام کو مجرمین کے انجام سے الگ کر سکیں گی، ورنہ بعید نہیں کہ آپ اپنی نمازوں اور اپنے روزوں کے باوجود اسی ٹھکانے پر پہنچ جائیں جس کی طرف یہ قافلہ گرم رفتار جا رہا ہے۔

---

دعوت و اصلاح کے سلسلہ میں ایک اہم بات جس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، یہ ہے کہ وسیع پیمانہ پر منتشر و متفرق تبلیغ اگرچہ مسئولیت سے سبکدوش ہونے کے لیے کافی ہو سکتی ہے لیکن یہ حکیمانہ تبلیغ نہیں ہے اور کبھی وہ نتائج پیدا نہیں کر سکتی جو ہمیں مطلوب ہیں۔ اس کے بجائے محدود پیمانہ پر مستقل اور مسلسل تبلیغ زیادہ حکیمانہ، زیادہ مفید اور زیادہ نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ تبلیغ دراصل ایک قسم کی تخم ریزی ہے۔ تخم ریزی کی ایک صورت وہ ہے جو ہواؤں اور جانوروں کے ذریعہ سے انجام پاتی ہے جس سے ہر طرح کے بیج ہر طرف زمین میں پھیل جاتے ہیں اور منتشر طور پر قسم قسم کے درخت اُگ آتے ہیں۔ ایسی تخم ریزی کی پیداوار میں کوئی نظم نہیں ہوتا اور نہ کوئی باقاعدہ فصل کاٹی جا سکتی ہے۔ دوسری قسم کی تخم ریزی وہ ہے جو ایک کسان کرتا ہے۔ وہ ایک ہی زمین پر مسلسل محنت کر کے اسے تیار کرتا ہے، پھر ایک منصوبے کے مطابق اس میں بیج ڈالتا ہے، پھر پیہم اس کو پانی دیتا اور اس کی خبرگیری کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ویسی ہی فصل تیار ہو جاتی ہے جیسی اس کو مطلوب ہوتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے رفقاء اپنی تخم ریزی میں ہواؤں اور پرندوں کا سا طریقہ اختیار نہ کریں بلکہ کسان کا سا طریقہ اختیار کریں۔ ہر شخص اپنے قریب ترین ماحول میں سے ایک ایک حلقہ کو منتخب کر کے گویا باقاعدہ اپنے چارج میں لے لے اور اس کے اندر مسلسل کام کرے۔ پہلے وہ اساسی عقائد اور بنیادی اصول اخلاق پیش کرے جن سے زمین تیار ہو۔ پھر بتدریج دین و اخلاق کے اصول و کلیات سے فروع اور تفصیلات کی طرف بڑھے اور پیہم اپنی تلقین اور اپنے عملی برتاؤ اور اپنی ہدایت و نگرانی سے اس امر کی کوشش کرتا رہے کہ جو لوگ اس کے زیرِ اثر آئے ہیں ان کے اندر مکمل اعتقادی، اخلاقی اور عملی انقلاب رونما ہو جائے۔

اس کے بعد انہی لوگوں کو، خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی کم ہوں، دوسرے لوگوں میں اس طرز کی "کاشتکاری" کے لیے استعمال کرنا شروع کر دے اور اپنی نگرانی و رہنمائی میں ان سے کام لے۔ اس طرح نتائج کے حصول میں دیر تو ضرور ہوگی اور ابتداءً رفتار کافی سست رہے گی، لیکن اس سے جو نتائج بھی حاصل ہوں گے پائیدار ہوں گے اور پھر ایک فصل کے تیار ہو جانے کے بعد دوسری زمینوں میں یہ کاشت اضعافاً مضاعفہ کے تناسب سے پھیلتی چلی جائے گی۔

---

اس طرح خود ہمارے رفقا کی اپنی اخلاقی تربیت بھی بہترین طریقہ پر ہو گی۔ صبر کے ساتھ ایک مقصد کے لیے مسلسل اور مرتب کام کرنے کی عادت پڑے گی۔ اپنے نصب العین کی خاطر وقت، محنت اور مال خرچ کرنے کی خو پیدا ہوگی۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور سہارنے کی مشق ہوگی۔ دل اور دماغ پر رفتہ رفتہ وہ تخیل پوری طرح چھا جائے گا جسے دوسروں کے ذہن میں اتارنے کی فکر میں وہ ہر وقت لگے ہوں گے۔ اپنی ایک ایک کمزوری اور خامی اور اخلاقی و عملی کوتاہی دوسروں کے آئینے میں ان کے سامنے نمایاں ہو گی، اور اگر انھیں فی الواقع ایک داعی و مصلح کی حیثیت سے کام کرنا ہے تو وہ خود اپنے ہر نقص پر متنبہ ہو کر اسے دور کرنے کی سعی کریں گے۔ انسانی نفسیات کو سمجھنے اور زندگی کے حقیقی مسائل کو جاننے اور محسوس کرنے کا موقع ملے گا۔ طرح طرح کے اشخاص اور معاملات اور مسائل سے قریبی سابقہ پیش آئے گا۔ اپنا راستہ آپ بنانے اور دوسروں سے کام لینے کا ڈھنگ معلوم ہوگا۔ اور رفتہ رفتہ لیڈرشپ کی وہ ابتدائی تربیت حاصل ہوگی جو آگے چل کر ہمارے اس کام کے لیے گروپ لیڈرس پیدا کرنے میں مددگار بن جائے گی۔

---

یہ وہ مصلحتیں ہیں جن کی بنا پر میں نے دہلی اور حیدرآباد کے اجتماعات میں رفقاء کو مشورہ دیا تھا کہ ان میں سے جو تعلیم یافتہ ہیں وہ اپنے اپنے محلہ یا گاؤں میں سے چند غیر تعلیم یافتہ لوگوں کو علم کی طرف رغبت دلا کر باقاعدہ اپنے چارج میں لیں اور تعلیم بالغان کے ظاہری پردے میں بباطن اس امر کی سعی شروع کر دیں کہ جن آدمیوں کو انھوں نے اپنے چارج میں لیا ہے انھیں نہ صرف اپنے آئیڈیل کے مطابق مکمل مسلمان بنائیں گے بلکہ انہی کو آئندہ کے لیے اپنا رفیق کار بھی بنائیں گے۔

مجھے امید ہے کہ تمام تعلیم یافتہ رفقاء جلدی سے جلدی اس کام کی طرف توجہ کریں گے۔